طریقہ اور تشدد سے عام مسلمانوں کو جماعت مجاہدین سے بدظن اور برگشتہ کرنے کا پروپگنڈہ کیا گیا۔ اس کا نہایت افسوسناک پہلو یہ ہے کہ انگریزوں نے اپنے پروپگنڈے کا کام جس جماعت کے ذریعہ سے لیا وہ خود علماء ہی کی جماعت تھی، اور اس طرح خود مسلمانوں کے اندر تشتت و افتراق کی ایک عظیم خلیج پیدا کرکے مخالف محاذ کو کمزور کر دیا گیا۔

اس الزام کے غلط ہونے کا ایک واضح ترین ثبوت یہ ہے کہ تحریک وہابیت کو خلافت عثمانیہ کے نہ صرف مسلک سے اختلاف تھا بلکہ وہ سیاسی طور پر بھی اس کے خلاف سرگرم پیکار تھی، اور اس کے پُرجوش علم بردار عرصہ تک خلافت عثمانیہ کے مقبوضات پر حملے کرتے رہے۔ اس کے برعکس مولانا شہیدؒ کے ہم مسلک علماء نے ہمیشہ خلافت عثمانیہ کو واجب تعظیم سمجھا ہے، اور اس کی عظمت کو برقرار رکھنے میں ہمیشہ سرگرمی کے ساتھ حصّہ لیتے رہے۔

۱۸۷۷ء ۱۲۹۴ھ میں جنگ پلونا، جنگ بلقان اور خصوصاً پہلی جنگ عظیم کے موقعہ پر خلافت عثمانیہ کی مالی اور اخلاقی امداد و اعانت میں اس جماعت کے علماء نے جس جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا اور ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف رائے عامّہ کو بیدار کرکے ترکوں کو اخلاقی مدد بہم پہنچائی۔ تاریخ کا ہر طالب علم اس سے باخبر ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء ۱۳۳۸ھ کی تحریک خلافت بھی اسی پرجوش تائید کا نتیجہ تھی!

حضرت شیخ الہندؒ نے قیام حجاز کے زمانہ میں شریف مکّہ کی ناراضگی کی پروانہ کرتے ہوئے اس فتویٰ پر دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ جس میں ترکوں کی تکفیر کی گئی تھی۔ اور خلافتِ عثمانیہ کو ناجائز قرار دیا گیا تھا۔

غرض کہ وہابیت کا الزام اولاً انگریزوں کی جانب سے سید صاحبؒ اور جماعت مجاہدین پر لگایا گیا اور پھر ان سب لوگوں کو اس کا نشانہ بنایا گیا جو مشرکانہ اوہام و رسوم کے مخالف اور کتاب و سنت کی دعوت دینے کے مدعی تھے۔

برطانوی قوم کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنی مخالف طاقتوں کو پروپیگنڈے کے زور سے بدنام کر کے شکست دیتی ہے۔ جماعت مجاہدین کے ساتھ بھی یہی عمل کیا گیا۔ ان کو وہابی کہہ کر مسلمانوں میں بدنام کیا گیا اور اس طرح عام مسلمانوں کی ہمدردی اور تعاون سے محروم کر کے مجاہدین کو کمزور کر دیا گیا، اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ سید صاحبؒ کو ایک نئے مذہب کا بانی بتلا کر سرحد کے لوگوں کو بھڑکایا گیا تھا۔ برطانوی پروپیگنڈے کا یہ افسوں سید صاحبؒ کے خلاف کامیاب ثابت ہوا، اور بالآخر مجاہدین کی شکست کا ایک بڑا ذریعہ بنا۔

بنگال کے ایک سول انگریز افسر ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ ہنٹر نے اپنی سرکاری رپورٹ "ہمارے ہندوستانی مسلمان" کے ذریعہ سے وہابیت کے الزام کی خوب تشہیر کی۔ اس شخص کو مجاہدین کی سرگرمیوں کی تحقیقات کے لئے حکومت نے مامور کیا تھا۔ چونکہ اس وقت مجاہدین انگریزوں سے گوریلا جنگ لڑ رہے تھے اس لئے ظاہر ہے کہ ہنٹر کا رویہ مجاہدین کے ساتھ انصاف پسندانہ نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ سمجھنا کہ سید صاحبؒ کی تحریکِ اصلاح اور دعوتِ کتاب و سنت وہابیت سے ماخوذ تھی۔ ایک ایسی بات پر یقین کرنا ہے جو پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا!

نصاب زکوٰۃ اور صاع کی تحقیق

از جناب حاجی احسان الحق صاحب بجنوری مرحوم

نہایت افسوس اور شدید رنج وغم کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ اگرچہ یہ مقالہ کئی مہینے ہوئے موصول ہو چکا تھا۔ لیکن اس مہینہ میں اس کی اشاعت اس وقت ہو رہی ہے جب کہ اس کا مصنف گذشتہ ماہ فروری میں اس عالم آب وگل سے رخصت ہو کر رہگزائے عالم جاودانی ہو چکا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بجنور کے ایک معزز اور دین دار گھرانہ کے چشم وچراغ تھے۔ تعلیم علی گڑھ میں پائی تھی۔ سائنس ان کا خاص مضمون تھا۔ چنانچہ طبعیات میں ایم ایس سی کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم کے خاص اور نمایاں شاگرد تھے۔ فراغت کے بعد علی گڑھ میں ہی اپنے شعبہ میں استاد مقرر ہو گئے۔ آج کل تو ریسرچ اور ڈاکٹریٹ بہت عام ہیں۔ اور اس کے سہارے اگر حالات سازگار ہوں۔ ایک نوجوان دس برس میں ہی لکچرار اور ریڈر کی منزلیں طے کر کے پروفیسر بن جاتا ہے۔ لیکن مرحوم کے زمانہ میں ڈاکٹریٹ کی یہ گرم بازاری نہ تھی اور ایک شخص کے لئے لکچرر ہونا ہی بڑی بات تھی۔ اس بنا پر حاجی صاحب مرحوم بھی عمر بھر لکچرر ہی رہے اور ۱۹۵۴ء میں اس منصب سے سبکدوش ہو گئے۔ لیکن اپنے فن کے بڑے

ماہر اور مبصر تھے سیکڑوں مسلم اور غیر مسلم طلبا ان کے سرچشمۂ درس و تعلیم سے فیض یاب ہو کر بڑے بڑے عہدوں پر پہنچ گئے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے علاوہ دوسری یونیورسٹیوں کے اساتذۂ طبیعیات میں بڑی عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ چنانچہ آخیر عمر تک کسی نہ کسی حیثیت میں وہ علی گڑھ اور دوسری یونیورسٹیوں سے متعلق اور اپنے محبوب فن کی خدمت انجام دیتے رہے۔

مذہب ان کی فطرت اور طبیعت کا اصل جوہر تھا۔ اسلامیات کا مطالعہ خود اپنے شوق اور رغبت سے وسیع پیمانہ پر کیا تھا۔ اکابر علماء کے صحبت یافتہ اور ان کی مجلسوں کے مستقل حاضر باش تھے۔ نماز روزہ کے پابند ہی نہیں بلکہ نہایت عابد و زاہد اور پرہیزگار و متقی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت نہیں عشق تھا۔ زبان پر نام نامی آیا اور فوراً آبدیدہ ہو گئے۔ رویت ہلال اور اوزان شرعیہ کی بحث سے انہیں بڑی دلچسپی اور ان کی تحقیق کی دھن تھی۔ برسوں کیا! زندگی کے آخری لمحہ تک اسی ادھیڑبن میں گرفتار رہے۔ راقم الحروف سے بڑے بھائی کی طرح شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔ وضعداری کا یہ عالم تھا کہ علالت اور ضعیفی و پیری کے باوجود اتوار کے دن صبح کو تشریف لاتے اور ایک ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھ کر خالص علمی اور اسلامی مسائل پر گفتگو کرتے۔ عمر اسّی کے قریب پائی۔ تمام معمولات باوجود کمزوری کے جاری تھے کہ اچانک فالج کا حملہ ہوا۔ اور چند روز زیر علاج رہنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اب ان کا خلوص۔ غیر معمولی محبت اور تعلق خاطر۔ ان کا اسلامی جوش اور ان کی باتیں رہ رہ کر یاد آتی ہیں تو دل میں ہنگامہ غم برپا کر جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقہ میں ان کو ابرار و صلحا کا مقام جلیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(ایڈیٹر)

اوزانِ شرعی کی بحث بہت پرانی ہے۔ اس سلسلہ ہمارے علماء کرام میں بڑا اختلاف ہے۔ خاکسار نے اس مسئلہ پر بہت کافی غور و خوض اور مطالعہ کیا ہے۔ اور مختلف علماء سے تبادلہ خیال کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس کے نتیجہ میں جو کچھ میں سمجھا ہوں اس تو ضیح سے پیش کرتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی خامی یا غلطی ہو تو مجھے مطلع کیا جائے۔

قبل اس کے کہ میں اصل مضمون شروع کروں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ جتنے مکاتب فکر ہیں ان کو لکھ دوں۔

مکاتب فکر کی تفصیل

مکاتب فکر	سونے کا نصاب	چاندی کا نصاب	صاع	نصف صاع
علماء دہلی اور دیوبند	۷½ تولہ قدیم	۵۲½ تولہ قدیم	۲۷۳ تولہ قدیم	۱۳۶½ تولہ قدیم
علماء بریلی	۷½ تولہ قدیم	۵۲½ تولہ قدیم	۳۵۱ تولہ رائج	۱۷۵½ تولہ رائج
شیعہ حضرات	۷½ تولہ قدیم	۵۲½ تولہ قدیم	۲۷۳ تولہ قدیم	۱۳۶½ تولہ قدیم
علماء لکھنؤ	۵ تولہ ۴½ ماشہ	۳۶ تولہ ۵۴½ ماشہ	۱۸۹½ تولہ	۹۴ تولہ ۹ ماشہ

اہل حدیث	۷ ½ تولہ قدیم	۵۲ ½ تولہ قدیم	۲۲۰ تولہ	۱۱۰ تولہ
مولانا معین الدین صاحب مرحوم	۳ تولہ ۷ ماشہ	۲۵ تولہ	۱۳۰ تولہ	۶۵ تولہ

نصاب زکوٰۃ اور صاع کی تحقیق

میرے ایک اہل علم دوست نے صدقہ فطر کے بارے میں فرمایا تھا کہ پونے دو سیر گیہوں (نصف صاع) علمائے دہلی کی رائے کے مطابق دینے چاہئیں اس صورت میں وہ مقدار بھی ادا ہو جائے گی جو علمائے لکھنؤ کی تحقیق شدہ ہے اور زائد مقدار کا ثواب ملے گا۔ میں نے کہا یہ رائے معقول ہے لیکن تحقیق پیش نظر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ شائد اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے نصاب زکوٰۃ کے سلسلہ میں عمل مولانا معین الدین صاحب مرحوم (سابق انچارج حبیب گنج سکشن آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی) کے حساب پر کیا جائے کیوں کہ یہ نصاب سب سے کم ہے اور صدقہ فطر کے معاملے میں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلویؒ کی تحقیق پر عمل کیا جائے ان کے نزدیک صاع کی مقدار چار سیر چھ چھٹانک ایک تولہ (موجودہ) ہے۔ مسلک اہل حدیث و حضرات شیعہ کے مطابق جو اور گیہوں دونوں کی مقدار نفع فقرا کے ماتحت ایک صاع ہے۔

تقریباً تیس سال گذرے میرے ایک دوست جو دینیات سے بخوبی واقف تھے۔ وہ نصاب زکوٰۃ و صدقہ فطر کے بارے میں علمائے فرنگی محل کے حساب کو اپنی تحقیق کے قریب سمجھتے تھے، دوران بحث میں ان سے اصولی طور پر یہ باتیں طے ہو گئی تھیں

(۱) حضرت عمرؓ کا فیصلہ سات مثقال برابر دس درہم اور ـــــــــــ

(۲) ایک درہم برابر چودہ قیراط اور ایک مثقال برابر ۲۰ قیراط

(۳) شامی در مختار اور مستند کتابوں کا فیصلہ کہ قیراط برابر پانچ جو اور صاع وہ پیمانہ ہے جس میں ماش (یعنی مونگ) یا عدس ایک ہزار چالیس درہم بھر سمائیں۔ اسی زمانے میں میں نے مختلف صوبوں کے طلبہ سے کہا کہ اپنے اپنے وطن سے مراجعت کے وقت ایک ایک پاؤ جو لیتے آنا۔ انھوں نے اس پر عمل کیا اور اس طرح میرے پاس ہندوستان کے ہر صوبے (مدراس، بمبئی، بنگال، اترپردیش۔ پنجاب وغیرہ وغیرہ) سے جو آگئے۔ دو ہزار جو تولے گئے جن کا وزن تقریباً ساڑھے سات تولہ (موجودہ) ہوا (سونے کا نصاب بیس مثقال برابر ۲۰×۲۰ برابر (۴۰۰) قیراط برابر ۴۰۰×۵) برابر (۲۰۰۰) جو۔

میں نے بعض حاجیوں سے فرمائش کی کہ مدینہ طیبہ سے جو اور قیراط لیتے آئیں، قیراط تو نہ مل سکے البتہ ایک صاحب جو لے آئے۔

۱۳۳ جو = ۴۰۶۶ ر ۵ گرام یعنی ایک جو ۵۶ ۴۲ ۰ ۔ گرام اس لئے دو ہزار جو برابر ۸۵۱۲ گرام یعنی موجودہ تولے سے، تولہ ۳ ½ ماشہ ہوئے،

۱۹۵۴ء میں ایک اور صاحب سے جو دینیات میں اعلیٰ پایہ رکھتے تھے گفتگو ہوئی۔ وہ بھی علمائے فرنگی محل کے حساب کو صحیح سمجھتے تھے انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ نے جو متوسط اور سربریدہ لئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ بغیر کسی خیال کے ہر تھیلی میں جو لئے تھے اور احتیاطاً دونوں ہتھیلیوں سے خوب مسل لئے تھے تاکہ بھوسی وغیرہ علیحدہ ہو جائے، وہ مطمئن نہ ہوئے میں نے یہ بھی کہا کہ بعض جگہ کے جو چھوٹے تھے ساڑھے سات تولے سے کم نکلے۔ بعض جگہ کے جو بڑے تھے ساڑھے سات تولے سے زائد نکلے۔

صاع پر ایک مضمون ماہنامہ زندگی مارچ ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔ اس میں مضمون نگار نے رتی چار جو کی مانی ہے حالانکہ رتی تین جو کی ہے اور انگریزی روپیہ ساڑھے دس ماشہ (۱۰½) کا مانا ہے۔ حالانکہ روپیہ ساڑھے گیارہ ماشہ (۱۱½) کا ہے۔

مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۶۵ء اخبار مدینہ بجنور میں جناب مولانا معین الدین صاحب مرحوم کا درہم، مثقال، صاع پر مضمون شائع ہوا۔ مطالعے کے بعد مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، بہت خلیق، متقی، راسخ العقیدہ اور اپنی رائے میں متصلب تھے۔ انھوں نے شکایت کی کہ "عام طور پر شرعی اوزان پر عرفی اوزان کو ترجیح دی جاتی ہے اور کوئی شخص اس کی معقول توجیہہ نہیں کرتا"

ساڑھے تین برس بعد ماہنامہ برہان بابت ماہ جون ۱۹۶۹ء میں اوزان شرعی پر پھر مولانا مرحوم کا مضمون اشاعت پذیر ہوا، مولانا مرحوم کی تحقیق سے میں متفق نہ تھا خیال ہوا کہ اس مسئلے میں اپنی رائے وضاحت سے پیش کروں۔

<u>مذہب جمہور</u> | اوزان شرعی کے بارے میں جمہور کا حساب مندرجہ ذیل ہے

(۱) درہم شرعی = ۷۰ جو اور قیراط = ۵ جو اور رتی تقریباً = ۳ جو

(۲) درہم شرعی درہم عرفی سے چھوٹا ہوتا ہے کیوں کہ ایک درہم شرعی برابر ۱۴ قیراط اور درہم عرفی برابر سولہ قیراط۔ اور قیراط کا وزن ایک ہی ہے۔

(۳) صاع شرعی صاع عرفی دونوں وزن میں برابر ہیں۔ کیوں کہ صاع شرعی ۱۰۴۰ درہم شرعی = (۱۰۴۰ × ۱۴ = ۱۴۵۶۰ قیراط) اور صاع عرفی = ۹۱۰ درہم عرفی = (۹۱۰ × ۱۶ = ۱۴۵۶۰ قیراط) دونوں قیراط ایک ہی ہیں اور ہموزن ہیں،

(۴) نصاب سونا، ۷½ تولہ (قدیم)

(۵) نصاب چاندی ۵۲½ تولہ (قدیم)

(۶) ایک صاع = ۲۷۳ تولہ (قدیم)

<u>تولہ قدیم کی بحث</u> | یہ اشکال نہیں ہونا چاہیے کہ میں نے تولہ قدیم بلا ضرورت تحریر کیا ہے ایک بہلانا واقعہ سماعت فرمایئے۔ ایک صاحب سے چاندی اور سونے کے نصاب کے متعلق دوران گفتگو میں قدیم تولہ کا ذکر آیا انھوں نے دعویٰ کیا کہ تولے میں کوئی

فرق نہیں ہے۔ البتہ سیر میں فرق ہے کہ کہیں چھیانوے تولے کا ہے اور کہیں ۸۰ تولے کا کہیں ۵۰ تولے کا، مجھے یاد تھا کہ موجودہ تولہ قدیم تولے سے چھوٹا ہے، وہ صاحب اپنے دعوے کی تصدیق کے لئے مجھے سناروں کی دوکان پر لے گئے۔ سب سناروں نے ان کی تصدیق کی اور کہا کہ تولے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید سے معاً میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کسی بوڑھے سنار کا پتہ ملے۔ شکر خدا کہ تلاش کے بعد ایک بوڑھے سنار مل گئے انھوں نے ان صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ مولوی صاحب! یہ صحیح کہتے ہیں۔ یہ موجودہ تولہ پہلے تولہ سے چھوٹا ہے۔ میں تحقیق مزید کے لئے دہلی گیا۔ وہاں بھی سناروں نے پہلے تو یہی کہا کہ کوئی فرق نہیں ہے لیکن ایک معمر سنار نے کہا کہ یہ موجودہ تولہ چھوٹا ہے اور کہ اس نے کہا کہ اس موجودہ تولہ (جو انگریزی روپیہ بھر ہے) کے ساتھ ۲ یا ۳ گھونگچی یعنی رتی ملا کر پہلا تولہ ہوتا تھا اب تو انگریزی روپیہ کو ایک تولہ مان لیا گیا ہے۔ موجودہ تولہ ۱ ۱/۴ ماشہ قدیم کے برابر ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے میں نے ہندوستان کے مختلف صوبوں کے دو ہزار (۲۰۰۰) جو لے کر تولے تھے۔ سونے کا نصاب (= ۲۰ مثقال) ۷۱/۲ تولہ موجودہ سے کچھ زائد ہوا۔

علمائے کبار کی تصریحات | قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنی مشہور کتاب مالابد منہ میں چاندی کا نصاب دو سو درہم (= ۱۴۰ مثقال = ۲۰×۷) اور سونے کا نصاب ۷۱/۲ تولے لکھا ہے اور اس وقت کے وزن کے حساب سے چاندی کا نصاب ۵۶ روپیہ بھر لکھا ہے۔

۷۱/۲ × ۷ = ۵۲۱/۲ تولہ = ۵۶ روپیہ اس لیے روپیہ شاہی سوا گیارہ (۱۱۱/۴) ماشہ کا ہوا۔ اور صاحب حاشیہ مالابد منہ نے بھی اس وقت کے روپیہ کو سوا گیارہ (۱۱۱/۴) ماشہ بتایا ہے، جیسا کہ میں نے خود وزن کیا۔

مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف ۱۲۵۴ھ (مولفہ حضرت نواب قطب الدین صاحبؒ) میں بھی یہی ہے۔ چاندی کا نصاب دو سو (۲۰۰) درہم = ۵۲۱/۲ تولہ

قدیم آتا ہے۔

صاع = ۱۰۴۰ درہم مانتے ہوئے ۲۷۳ تولہ قدیم آتا ہے جس کا نصف ۱۳۶ ½ تولہ قدیم ہوا یعنی ایک سیر چودہ چھٹانک موجودہ سے کم ہے۔

غایت الاوطار شرح درمختار میں انگریزی روپیہ کو گیارہ ماشہ پانچ رتی لکھا ہے سابق ریاست حیدرآباد کے سکے کے متعلق ایک کتاب میں حیدرآباد کے روپے کو ۱۶۵ گرین اور برابر گیارہ ماشہ تحریر کیا ہے۔

انگریزی روپیہ (بھارت کا موجودہ روپیہ = ۱۸۰ (ایک سو اسی) گرین جو ۱۱½ (ساڑھے گیارہ ماشہ) قدیم کے برابر ہے اس کو بارہ ماشہ کا تسلیم کیا جاتا ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی (مقیم حال کراچی) نے اپنے رسالہ مقادیر شرعیہ میں فتاوی حمادیہ اور شرح ہدایہ کے حوالے سے ۶۹۴ھ کا واقعہ شیخ ابراہیم بن عبداللہ تاجر ملتانی کے متعلق نقل کیا ہے کہ تاجر موصوف مکہ مکرمہ سے درہم شرعی۔ دینار۔ مد اور صاع لائے اور دہلی کی ٹکسال میں وزن کرایا۔ تو درہم شرعی برابر ۳ ماشہ ۴ ½ جو (تین ماشہ سوا چار جو) = ۳ ½ ماشہ تقریباً ہوا۔ اور حمادیہ میں ماشہ برابر سولہ جو لکھا ہے۔ اس طرح (۲۰۰) دوسو درہم کے چھ سو پچاس (۶۵۰) ماشے ہوئے جو چون (۵۴) تولے کے قریب ہیں اور جمہور علماء نے دوسو (۲۰۰) درہم برابر ساڑھے باون (۵۲ ½) تولہ قدیم مانا ہے۔ یہ دہلی کے قریب ہے۔

مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی مرحوم کا حساب صحیح نہیں تو مولوی معین الدین صاحب مرحوم کا حساب بطریق اولیٰ صحیح نہیں کیوں کہ یہ اس سے بھی کم ہے۔

فتاوی حمادیہ میں بحوالہ حاشیہ مولانا معین الدین صاحبؒ از شرح کنز دقائق نقل کیا ہے کہ قیراط برابر ایک رتی (حبہ) جس سے سونے کا نصاب ۸ تولے آتا ہے (صاحب شرح ملا

معین الدین زمانہ قدیم کے بزرگ تھے) میں نے اٹھارہویں صدی کے اخیر انیسویں صدی کی ابتدا کے ملائج شاہی روپے کو تولا انگریزی روپے سے وزن میں کم تھا، مزید تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اکبری روپیہ ۵ ر ۱۷۹ گرین کا تھا اور اس کے بعد کے شاہی روپے ۱۷۵ گرین کے تھے۔

(انڈین کوائنیج ایکٹ نمبر ۲۳ ۱۸۷۰ء (INDIAN COINAGE ACT. NO23 1870 AD)

نتیجہ | ان تمام حوالجات بالا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سونے کا نصاب ۷½ تولہ قدیم اور چاندی کا نصاب ۵۲½ تولہ قدیم ہے۔

تفصیل مکاتب فکر | علمائے دہلی و دیوبند۔ سونے کا نصاب۔ چاندی کا نصاب صاع

مکتب فکر	سونے کا نصاب	چاندی کا نصاب	صاع
علمائے دہلی و دیوبند	۷½ تولہ قدیم	۵۲½ تولہ قدیم	۲۷۳ تولہ قدیم
" بریلی	۷½" تولہ قدیم	۵۲½ تولہ قدیم	۳۵۱ تولہ رائج
" شیعہ حضرات	۷½ تولہ قدیم	۵۲½ تولہ قدیم	۲۷۳ تولہ قدیم
" لکھنؤ	۵ تولہ ۲½ ماشہ	۳۶ تولہ ۵½ ماشہ	۱۸۹½ تولہ
" اہل حدیث	۷½ تولہ قدیم	۵۲½ تولہ قدیم	۲۲۰ تولہ
مولانا معین الدین	۳ تولہ ۷ ماشہ	۲۵ تولہ	۱۳۰ تولہ

صدقہ فطر میں حضرات اہلسنت (دہلی، دیوبند، بریلی، لکھنؤ) کے نزدیک نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو ہیں۔

اور حضرات اہل حدیث و شیعہ کے نزدیک ایک صاع ہے جو ہوں یا گیہوں۔

تحقیق صاع و مد | صاع میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حجاج بن یوسف کے زمانے میں صاع فاروقی مشتبہ ہو گیا" مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنے رسالے مقادیر شرعیہ میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک مد حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی کے پاس تھا جس کی مسلسل سند حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مد تک پہنچتی ہے۔ اس کو مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے دو مرتبہ

تولہ الطرائف" (لیکن یہ تصریح نہ مل سکی کہ مولانا نے جَو یا گیہوں یا کس چیز کا وزن کیا)
"بہر حال ایک مُد (۷۰) ستر تولے ڈیڑھ ماشہ اور دو مُد یعنی نصف صاع ایک سو چالیس (۱۴۰)
تولے تین ماشہ اور پورا صاع دو سو اسی (۲۸۰) تولے ۶ ماشے۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنے یہاں کے رائج سیر کے حساب سے جو اٹھاسی
(۸۸) تولہ کا تھا۔ ڈیڑھ سیر ڈیڑھ چھٹانک کی تصریح فرمائی۔ "الطرائف"
(میرا خیال یہ ہے کہ یہ تولہ انگریزی تھا جو ایک سو اسی (۱۸۰) گرین کا تھا لیکن اب
گرام کا رواج ہے) (الطرائف والظرائف ص۱۲ حصہ دوم مصنفہ مولانا اشرف علیؒ)

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلویؒ نے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء
کو تجربہ فرمایا۔ نیم صاع شعیری میں ایک سو چوالیس (۱۴۴) روپیہ بھر جو آتے تھے۔ اور ایک
پچھتر (۱۷۵) روپے آٹھ آنے بھر گیہوں آئے۔ (فتویٰ رضویہ صفحہ ۱۱۴ و ۱۱۵)

فطرہ کی یہ مقدار بیان کرنے میں مولانا بریلویؒ منفرد ہیں۔ کیوں کہ بریلی کے (سو روپیہ
بھر والے) سیر کے حساب سے مقدار پونے دو سیر کتنی بھر ہوئی، بریلی میں چھ روپیہ بھر کم ڈیڑھ
سیر گیہوں صدقہ فطر میں ادا کرنے کا رواج ہے۔ علمی خطبہ کے بریلوی بزرگ نصف صاع
دو سیر شاہ جہانی بتلاتے ہیں۔ شاہ جہانی سیر چالیس (۴۰) پیسہ اور پیسہ اکیس (۲۱)
ماشہ، تو نصف صاع، ایک سو چالیس (۱۴۰) تولہ قدیم یعنی رائج الوقت تولے سے ایک سو چھیالیس (۱۴۶)
تولے یعنی پونے دو سیر ۶ تولہ ہوا۔ اس نیم صاع شعیری میں مولانا بریلویؒ نے پانی بھرا جو
دو سو چودہ (۲۱۴) روپیہ بھر ۲ درم یعنی کچھ کم چھ رطل ہوا۔ یہ فاضل بریلویؒ کی غیر معمولی
ذکاوت کا ثبوت ہے کہ پانی کو وزن کے لیے معیار قرار دے کر نصف صاع شعیری میں پانی
بھرا جس کے باعث جو کی کیفیت وکمیت، معتدل، تازہ، خشک، سرخ، سپید، تخصیص مقام وغیرہ
کی ابحاث کا خاتمہ ہو گیا۔

صاحب درمختار، شامی وغیرہ دیگر حضرات نے معلوم نہیں کیوں پانی کو معیار

قرار نہیں دیا۔

ذاتی تجربہ | خاکسار نے بھی یہ عمل بتاریخ ۱۵ر جنوری ۱۹۵۳ء کو کیا، اگرچہ یہ قابل ذکر اور غیر معمولی بات نہیں ہے۔ اس لیے کہ میں سائنس کا طالب علم ہوں۔ اور زمانۂ طالب علمی سے زمانہ درس و تدریس تک برابر اس میزان (ترازو) سے واسطہ رہا ہے۔

سو (۱۰۰ c.c) سی سی کا ظرف لیا جس میں سو (۱۰۰) گرام پانی آتا ہے۔ اور جو تقریباً ایک سو تین (۱۰۳) ماشہ کے برابر ہے اور اس ظرف میں جو، گیہوں، اُڑد، مونگ، مسور تولے،

اس ظرف میں جو —— ۶۸ ماشہ آٹے رائج ماشہ
گیہوں —— ۸۱ " " "
اُڑد —— ۸۵ " " "
مونگ (ماش) ۸۵ " " "
مسور (عدس) ۸۲ " " "

میرے حساب میں گیہوں اور جو کی نسبت $\frac{۸۱}{۶۸}$ = $\frac{۱۱۹}{۱۰۰}$ = ۱۹ر۱ ہے۔ اور فاضل بریلوی کے حساب میں $\frac{۱۷۵}{۱۴۴}$ = $\frac{۱۲۲}{۱۰۰}$ = ۲۲ر۱ ہے اور ۱۹ر۱ اور ۲۲ر۱ قریب قریب برابر ہیں۔

خاکسار نے جس زمانے میں ہر صوبے سے جو منگائے تھے۔ اس زمانے میں اوسط معتدل جو گرام میں بھی تولے تھے۔

سو (۱۰۰) جو = ۴ر۲۷۴۰ گرام
اس لئے ایک جو = ۰۴۲۷۴۰ر۰ گرام

یہ تمام اعداد یعنی ——
ایک جو = ۰۴۲۷۳ر۰ گرام